شاہ ولی اللہ کا تصورِ سیاست و حکومت

The Shah Waliullah's theory of polticts and ruling

وہاب خان[i] صفیہ بی بی[ii]

Abstract

Shah WaliUllah was a great thinker and political figure of the 18th century. When Muslims were the victims of political and moral decline, he took the situations critically and determined to guide the Muslims towards their due status. He developed the theory of Islamic politics and a transparent idea of the welfare state. He presented the state position and ranks such as armed force, police, judiciary and municipality. He awakened Muslims and gave the concept of Jihad which the Muslim had already forgotten. He divided the government designations in different types. Such as army chief, Head of police, Head of municipality, a religious teacher etc. Here is a brief about his political views.

***Key Words**: political,moral decline,welfare state*

شاہ ولی اللہؒ کی ساری زندگی سیاست سے عبارت تھی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ساری زندگی ایک اسلامی مملکت کے قیام اور استحکام کے لئے وقف کر دی تھی۔ عملی طور پر شاہ صاحبؒ نے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق بھرپور سیاسی زندگی گذارلی تھی۔ شاہ ولی اللہؒ کے زمانے میں یا تو ریاست اسلامیہ میں اسلامی احکامات کو نافذ کرنا تھا یا پھر غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کرنا تھا۔ اسلامی ریاست کا ایک مربوط نقشہ اور ایک منظم خاکہ شاہ صاحب کے ذہن میں موجود تھا۔ جس کا اظہار انہوں نے جا ء بجاء اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ شاہ صاحب کی سیاسی نظریات پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیاست کی تعریف کی جائے۔

i پی ایچ ڈی سکالر یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی بنوں

ii ایم فل سکالر گومل یونیورسٹی ڈی آئی خان

سیاسۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی

لفظ سیاسۃ "سوس" سے نکلا ہے جس کا معنیٰ بنیاد کے ہیں۔ جب کہ یہی لفظ تعلیم یا ادب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جب کسی قوم کی سربراہی کی جائے یا کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر نگرانی کرے تب بھی سیاسۃ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جانوروں کے سدھارنے والے شخص کو "سائس" کہا جاتا ہے۔[1]

السیاسة:في اللغة: تعنی القیام علی الشيءوالتصرف فیه بمایصلحه.----هي استصلاح الخلق بارشادهم إلی الطریق المنجی في العاجل والآجل،وهوقریب من قول النسفي:السیاسة: حیاطة الرّعیة بما یصلحه الطفاوعنفا[2]

لغوی لحاظ سے سیاست کا معنیٰ ہے کہ: کسی شے میں اصلاح کی نیت سے تصرف کرنا۔ جب کہ اصطلاحی معنیٰ کے لحاظ سے لوگوں کے مصلحت کے لئے قلیل الوقتی یا طویل المعیاد فیصلے کرنا۔ امام نسفی نے بھی سیاست کی یہی تعریف کی ہے کہ "عوام کی بھلائی کے لئے اس کے چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے کوئی قانون بنانا یا ان کو سدھارنا" اس کے علاوہ سیاسۃ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ حاکم اگر اپنی رعایا کے مصلحت کے لئے کوئی کام سرانجام دے اگرچہ اس فعل پر کوئی شرعی دلیل بھی وارد نہ ہوا ہو تب بھی اس پر سیاست کا اطلاق ہوتا ہے۔

لوگوں کی بھلائی کے لئے کوشش کرنا اور ان کو فتنہ وفساد سے دور کرنا بھی سیاست کہلاتا ہے۔

معروف حنفی فقیہہ ابن نجیم المصری نے سیاسۃ کی تعریف یوں کی ہے:

أنهاالقانون الموض وعل رعایةالآداب والمصالح وانتظام الأموال[3]

"سیاست ایسے قانون کو کہتے ہیں جو آداب، مصالح اور مالی انتظام کے لئے بنایا گیا ہو۔"

گویا لوگوں کو سدھارنا (ان کو آداب سکھانا) ان کے مصالح کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرنا اور ان کے مالی انتظام کی نگرانی کرنا سیاست کہلائے گا۔

علامہ راغب اصفہانیؒ نے سیاست کو تین اشیاء کا مرکب بتایا ہے۔

1. عمارۃ الارض: زمین کو آباد کرنا اور عمرانی تمدن قائم کرنا

2. تنفیذ احکام اللہ: خدا کے احکام نافذ کرنا

3. مکارم الشریعۃ: بہترین اخلاق کی تعلیم دینا[4]۔

علامہ ابن عابدین کے مطابق سیاسۃ لوگوں کو سزائیں دینے کا نام ہے[5]۔

شاہ ولی اللہؒ کا تصورِ سیاست

مذکورہ بالا تعریفات کو دیکھتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ سیاست معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ان کے ہاں سیاست کا مفہوم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے سیاست کا ارتفاقات کے باب میں ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ سیاست لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کرنے اور ایک دوسرے سے نفع اٹھانے کا نام ہے۔

ارتفاقات کے بحث میں شاہ ولی اللہؒ نے اپنی ذات کو سنوارنے، معاشرے کے بود و باش کے طریقے اور پھر ایک صالح معاشرے کی تشکیل اور اس معاشرے کو چلانے کے لئے نظام کے طریقے کو بتلایا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے ارتفاق سوم کے ذیل میں سیاست کے ابتدائی درجے کا ذکر کیا ہے جس میں چند شہروں کے لوگوں کی تمدنی زندگی کو زیر بحث لایا گیا ہے کہ کس طرح مختلف شہروں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مستفید ہوسکتے ہیں[6]۔

ان تمام اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست وہ فن اور حکمت ہے جس کا موضوع حکومت کے فرائض اور ریاست کا نظم و نسق ہے۔ جب کہ سیاست سے مقصد لوگوں کے مصالح کی حفاظت کرنا اور شہریوں کے باہمی ربط و تعلق کو قاعدے اور قانون کے ذریعے کنٹرول کرنا ہے۔

چونکہ انسان کے لئے اپنی تمام ضروریات کو اپنی خواہش کے مطابق تنِ تنہا پورا کرنا ناممکن ہوتا ہے اور لازماً اس کو دوسرے آدمی کا سہارا لینا پڑتا ہے اس لئے اس کو دوسرے افراد کے ساتھ مل جل کر رہنا پڑتا ہے۔ تو اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے کا نام تمدن ہے۔ ہر معاشرے میں افراد کے پیشے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے تعاون اور مدد کی

لازماً ضرورت پڑتی ہے۔ جس سے ایک نظام وجود میں آجاتا ہے۔ جس کا اس معاشرے کے انسانوں کو ضرورت ہوتی ہے (7)۔

لوگوں کے لئے حکومت کی ضرورت

سیاسی نظام کسی ملک و قوم کے معلاملات کو درست طور پر چلانے کے لئے ایک فطری اور ضروری امر ہے۔ اس فطری ضرورت کو شاہ صاحب اس طرح دیکھتے ہیں کہ جب بہت سے لوگ ایک جگہ اکھٹے رہتے ہوں اور ان کے درمیان دنیاوی معاملات بھی طے ہو رہے ہوں تو لازماً ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں چپقلش پیدا ہو گی جس کی وجہ سے تنازعات پیدا ہوں گے اور لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کریں گے تو اس کے لئے لازماً ایسے قانون کی ضرورت ہو گی جس کی وہ پابندی کریں۔ ایسے قانون کو بنانے اور چلانے کے لئے کسی سربراہ کی ضرورت ہو گی کیونکہ اگر کوئی سربراہ نہ ہو تو دو فریق اپنے جھگڑوں کو حل کرنے کے لئے کس کے پاس جائیں گے؟ اس لئے معاشرے، شہر اور ملک کے لئے کسی سربراہ کی اشد ضرورت ہو گی (8)۔

یہی بات شاہ ولی اللہؒ نے اور طرح سے بھی سمجھانے کی کوشش ہے وہ لکھتے ہیں:

والاصل فی ذالک ان المدینۃ شخص واحد من جهة ذالک الربط مرکب من اجزاء وهیئة اجتماعیة وکل مرکب یمکن ان یلحقه خلل فی مادته اوصورته ویلحقه مرض اعنی حالة غیرها الیق به باعتبار نوعه وصحته ای حالة تحسنه وتجمله (9)

"شہری سیاست کا قاعدہ یہ ہے کہ اس ربط کے لحاظ سے شہر کی مثال اس ایک شخص جیسی ہے جو مختلف اجزاء اور اجتماعی شکل و صورت سے بنا ہو اور ہر بنی چیز میں ممکن ہے کہ کوئی خلل واقع ہو جائے یا اس کو کوئی بیماری لگ جائے یعنی اس کے حسن و جمال میں کمی واقع ہو جائے۔"

درجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے مطابق شہر کی مثال بھی ایک جسم کی طرح ہے جیسا کہ جسم میں مختلف اجزاء مختلف کام سرانجام دیتے ہیں اس طرح شہر میں مختلف لوگوں کی مختلف ذمہ داریاں ہوتی ہیں جس کو وہ سرانجام دیتے ہیں۔ جس طرح جسم کے کسی عضو میں کوئی تکلیف واقع ہوتی ہے اور اس کے لئے طبیب کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ اس کا علاج معالجہ کرے اور دوبارہ ٹھیک طور سے کام کرنے کے قابل بنائے اس طرح شہر کے لئے بھی ایک طبیب کی ضرورت

ہوتی ہے تاکہ اس کے کجی کو ٹھیک رکھنے کی کوشش کرے۔ شاہ ولی اللہؒ اس طبیب کو اس شہر کے امام کا نام دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"شہر کے لئے ایک ایسے طبیب کا ہونا ضروری ہے جو اپنے بس کے مطابق شہر کی صحت کی حفاظت کرے اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کرے۔ اور طبیب سے مراد امام ہے جس کو اپنے معاونین کی مدد بھی حاصل ہو[10]۔"

جمہوریت اور آمریت کے متعلق شاہ صاحبؒ کا نظریہ

اگرچہ جمہوریت اور آمریت کی اصطلاحات دور جدید کی پیداوار ہیں لیکن اپنی فہم و فراست سے اس وقت ہی اسلامی حکمرانی کے اصولوں میں شاہ صاحبؒ نے دونوں طرز کے نظاموں کو بیان کیاہے کبھی تو وہ آمریت کو تسلیم کرتے ہیں اور کبھی جمہوریت کے اصولوں کو بھی بیان کرتے ہیں۔ طبیب اور امام کے اس بحث میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص واحد اس امر کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور پوری استعداد و قوت اور حسن تدبیر اور غیر معمولی قابلیت کی بدولت تمدنی زندگی کو احسن طریقہ پر چلائے تو بلاشبہ انتظام میں پوری صلاحیت پیدا ہو گی اور ایسا شخص واضح طور پر امام کہلانے کا مستحق ہو گا[11]۔"

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ موجودہ دور کے آمریت یعنی ڈکٹیٹر شپ کے جواز کے قائل ہیں۔ حالانکہ اسلامی آمریت مغربی تصور آمریت سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی آمریت جمہوریت اور آمریت کے درمیان ایک درمیانی نظام حکومت ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: یَوْمِ

لم ينتظم امرها الا برجل اصطلح على طاعته جمهور اهل الحل والعقد وله اعوان وشوكة[12]

"حکومت کا نظام اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا، جب تک ایک ایسا شخص حکمران نہ ہو جس کی اطاعت پر ارباب حل وعقد کی اکثریت راضی ہو اور اسے فوج اور معاونین کی تائید بھی حاصل ہو۔"

شاہ صاحبؒ کا مذکورہ بالا قول بالکل آج کل کے جمہوریت کی بہترین مثال ہے۔ آج کل کے دور میں پارلیمانی نظام حکومت میں مجلس شوریٰ (ارکان پارلیمنٹ) اپنے میں سے ایک کو سربراہ منتخب کرتے ہیں اور پھر وہ سربراہ اپنے ساتھ معاونین (کابینہ) منتخب کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ

سربراہ کو ملکی افواج کا تعاون بھی حاصل ہوتا ہے اور جس سربراہ کو ملکی افواج کا تعاون حاصل نہیں ہوتا، یا تو وہ حکومت زیادہ دیر چل نہیں سکتی یا پھر مضبوط نہیں ہوتی۔

حکمرانوں کے اوصاف و اہلیت

جو شخص کسی قوم کا سربراہ بنے اس کے لئے چند اوصاف کا حامل ہونا انتہائی ضروری ہے۔ شجاع ہو، بردبار تحمل مزاج ہو دلی طور پر مضبوط اور عمدہ اخلاق کا مالک ہو تاکہ اس کے زیر دست لوگ اس سے متنفر نہ ہوں کہ کل اس کا حکم نہ مانیں یا اس کے خلاف بغاوت کر جائیں۔ اس کے علاوہ شریف النفس اور معزز گھرانے سے تعلق رکھتا ہو۔ ہمیشہ حکمت عملی سے کام لیتا رہے۔ عام طور پر اپنی رعایا پر انتہائی شفیق ہو لیکن سزا دینے اور انصاف کرنے کی اہلیت بھی اس کے اندر موجود ہونی چاہیے اور جب کسی شخص پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو پھر مجرم کو قرار واقعی سزا بھی دے(13)۔

شاہ ولی اللہؒ نے مملکت کو چلانے کے لئے ایک منظم و مربوط نقشہ پیش کیا تھا۔ نظام مملکت کے ہر شعبے کا اس نے انتہائی عرق ریزی سے مطالعہ کیا تھا آخر کار اس نے جو نقشہ بیان کیا وہی نقشہ تقریباً آج بھی ہر جگہ نافذ ہوتا چلا آ رہا ہے شاہ ولی اللہؒ نے اس وقت کہا تھا کہ نظام مملکت چلانے کے لئے سربراہ مملکت کے لئے لازمی طور پر اپنے ساتھ معاونین کو شامل کار کرنا پڑے گا اور اس کے لئے کچھ اصول وضوابط کے تحت اپنے عملہ کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ تاکہ بعد میں مملکت کے کارندے ہی مملکت کے نظام کی خرابی کا باعث نہ بنیں۔

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ بادشاہ کو اپنے معاونین کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کسی ایسے شخص کو عہدہ نہ دیا جائے کہ اگر اس کو اس عہدے سے برطرف کرنا ضروری معلوم ہو رہا ہو تو اس کے ذاتی اثر رسوخ اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے اس کو معزول نہ کیا جا سکے۔

سب سے پہلے مملکت کے کارندوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے کیونکہ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حکومت کا حصہ بن جاتے ہیں اور خزانے پر بے جا بوجھ بن جاتے

ہیں۔ اس کے علاوہ ہر شخص کو اس کے استعداد کے مطابق کام تفویض کیا جانا چاہیے۔ اس سے حکومتی عہدیدار اور ملازمین خوش دلی سے اپنے کام کو سرانجام دے سکیں گے[14]۔

حکومت چلانے کے لئے ضروری محکمے

شاہ ولی اللہؒ نے حکومت چلانے کے لئے چند محکموں کا وجود ضروری قرار دیا ہے جو کہ درجہ ذیل ہیں:

1. عدلیہ

عدلیہ کو شاہ صاحب نے سب سے اہم اور ضروری محکمہ قرار دیا ہے کہ عدل کے بغیر قوموں کی بقا انتہائی مشکل ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"پہلی ضرورت یہ ہے کہ شہریوں کے درمیان بخل وحسد کی وجہ سے باہمی تنازعات اور رقابتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ان تنازعات وباہمی عداوتوں کا دروازہ بند نہ کیا جائے تو وہ بڑھتی چلی جائیں گی اور لوگوں کے درمیان فساد برپا ہو جائے گا اس لئے ملک میں ایک ایسے متفقہ اور مضبوط آئین ودستور کا ہونا ضروری ہو گا جو جمہور عوام کے ہاں قابل اعتماد بھی ہو اور جس کی طرف مقدمات کے دوران رجوع بھی کیا جائے[15]۔"

2. محکمہ پولیس

ملک میں امن وامان بر قرار رکھنے اور فساد وبگاڑ کا راستہ روکنے کے لئے مجرموں پر نظر رکھنا اور سرکوبی کرنا پولیس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جرائم پیشہ افراد کو سزا دینے کے لئے اور شہریوں کو ان کے شر سے بچانے کے لئے ان کو سخت تعزیری سزائیں دینا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے جرائم سے باز آجائیں۔ اور اس کے لئے ایک مضبوط انتظامیہ بھی ہونی چاہیے۔ شاہ ولی اللہؒ نے ملک سے مذہبی اختلافات، جادوگری کا پیشہ اختیار کرنا، دشمن کے لئے جاسوسی کرنا، چوری ڈاکہ، زنا، قتل ،لواطت، سود اور شراب نوشی کو سنگین جرائم میں شمار کیا ہے اور حکومت کی ذمہ داری بتلائی ہے کہ لوگوں کو ان جرائم سے روکے[16]۔

3. محکمہ دفاع

شاہ صاحبؒ شہروں کو تباہی وبربادی سے محفوظ رکھنے کے لئے محکمہ دفاع کو بھی کسی شہر یا ملک کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں تاکہ ملک بیرونی یلغاروں سے محفوظ رہے۔ اس کے لئے فوج کی نگرانی ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جو خود بھی فنونِ حربیہ کے ماہر ہوں اور جن پر لوگ اطمینان بھی کر سکیں۔ افواج کے سربراہ کو شاہ صاحبؒ نے امیر الغزاۃ کا نام دیا ہے۔ جس کو آج کل چیف آف آرمی سٹاف کہا جاتا ہے۔ شاہ صاحب نے امیر الغزاۃ کی جو ذمہ داری بیان کی ہے اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

> "افواج کا سربراہ فوج کو مجتمع رکھتا ہے ان کے احوال ومسائل سے باخبر رہتا ہے ان کو آپس میں ملائے رکھتا ہے اور ضرورت کے وقت کے لئے ان کی تعداد کا اندازہ رکھتا ہے[17]۔"

4. رفاہ عامہ کا ادارہ

شہری زندگی کے لئے ایک اور مفید ادارہ رفاہی کمیٹی ہے جو لوگوں کی فلاح وبہبود کا خیال رکھے۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

> "(شہر میں ایک رفاہی کمیٹی ہونی چاہیے) جس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ وہ سرحدات کا تعین کرے قلعوں اور دیواروں کی تعمیر کرے، بازار قائم کرے، پلوں کی تعمیر کرے اور نہروں کی تعمیر وتوسیع وصفائی کا خیال رکھے۔ یتیم لوگوں کی شادی کا انتظام کرے۔ ان کے اموال کی حفاظت کرے۔ ضرورت مند لوگوں میں صدقات خیرات کی تقسیم کرے۔ میراث کے معاملات بھی حل کیا کرے اور میراث کو ورثاء کے درمیان شرعی تقسیم کا اہتمام کرے۔ ایسے کمیٹی کو "نقابہ" کہتے ہیں[18]۔"

5. تحفظ واصلاح معاشرہ

جس طرح حکومت چلانے کے لئے کچھ ضروری کام سرانجام دینے پڑتے ہیں اسی طرح حکومت بچانے کے لئے بھی چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے آٹھ قسم کے کاموں کو حکومت کے لئے نقصان دہ بتایا ہے اور ان سے ملک کو پاک رکھنے کی تاکید کی ہے:

(1) کبھی کبھی چند لوگ اکٹھا ہو کر حکومت کے سامنے من مانی کرنے لگتے ہیں۔ لوگوں کو لوٹتے ہیں یا لوگوں کو بے جا تنگ کرنے لگتے ہیں یا (ایک مضبوط گروہ تشکیل دے

کر) ملک پر قبضہ کر لینا چاہتے ہیں۔ حکومت کو ایسے لوگوں کے ساتھ سختی کے ساتھ نمٹ لینا چاہیے تا کہ ایسے لوگوں کی بیخ کنی کی جائے۔

(2) کبھی کوئی ظالم کسی مظلوم کو ناحق قتل کرتا ہے یا مارتا ہے یا اس کی عزت آبرو کے درپے رہتا ہے یا کسی کا مال لوٹتا ہے یا اس پر بے جا تہمت لگاتا ہے اور اس کو ذلیل کرتا ہے ایسے لچے لفنگے لوگوں کو بھی سخت سزائیں دینی چاہئیں تا کہ لوگ پر امن زندگی گزار سکیں۔

(3) بعض کام ایسے ہیں جن سے مملکت کو نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ جادو ٹونے کرنا، کھانے پینے کی اشیاء میں زہریلی چیزوں کی ملاوٹ کرنا، لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکانا وغیرہ۔ ایسے اعمال وافعال پر کڑی نظر رکھنا اور ملک کو ان سے پاک کرنا بھی حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

(4) ملک کو اخلاقی لحاظ سے بھی برے افعال جیسا کہ زنا چوری، یا دوسرے افعال قبیحہ سے پاک کرنا ضروری ہے۔ اس کے لئے بھی ہر ممکن قدم اٹھانا چاہیے۔

(5) بعض معاملات بھی ملکی نظام میں خلل کا باعث بنتے ہیں جیسا کہ سود جوا، رشوت ستانی، دھوکہ دہی وغیرہ ایسے ضرر رساں معاملات کی روک تھام بھی از حد ضروری ہے۔

(6) لوگوں کے درمیان کچھ ایسے تنازعات ہوتے ہیں جن میں دو فریقوں میں سے ہر فریق کمزور اور فضول دلیل رکھتا ہے۔ ایسے مقدمات میں صحیح احوال معلوم کر کے جھگڑوں کو ختم کرنا اور فریقین کی چالوں کو سمجھنا بھی حکومت کا کام ہے۔

(7) حکومت لوگوں کو ایسے پیشے اختیار کرنے پر مجبور کرے جس کی وجہ سے کاروبار مملکت رواں دواں رہے۔ خاص کر زراعت پر حکومت کو خاص توجہ دینی چاہیے۔ حکومت کو اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ لوگ ایک پیشے کے درپے نہ ہوں بلکہ مختلف پیشے اختیار کریں تا کہ ملک کے خزانے میں کمی واقع نہ ہوں۔

(8) حکومت کے ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ لوگوں کی رفاہ کی خاطر موذی جانوروں اور حشرات سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرے اور لوگوں کو پریشانی اور بیماریوں سے بچانے کی کوشش کرے۔[19]

ملک کے لئے حفاظتی تدابیر

ملک کی حفاظت اور ترقی کے لئے مختلف انتظامات کرنے پڑتے ہیں اور یہ انتظامات زمانے اور حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے چار قسم کے انتظامات کا ذکر کیا ہے جو اس زمانے میں ملک کی ترقی کے لئے مفید ہو سکتے تھے اور عمومی طور پر ہر زمانے میں فائدہ مند ہو سکتے ہیں۔

(1) ایسی عمارتیں بنائی جائیں جس سے عام لوگ فائدہ اٹھائیں مثلاً شہر کے ارد گرد دیواریں تعمیر کرنا، سرحد پر چوکیاں بنانا، قلعوں کی تعمیر کرنا، سرحدات، مارکیٹ اور پلوں وغیرہ کی تعمیر۔

(2) (پینے اور آب پاشی کے لئے) کنویں کھودے جائیں۔ چشمے نکالے جائیں۔ دریاؤں پر کشتیاں تیار رکھی جائیں (جو ایمرجنسی میں لوگوں کو پار کرنے کے کام آسکیں)

(3) ملکی ترقی کا تیسرا اور اہم سبب غیر ملکی سرمایہ کاروں کو مناسب ماحول فراہم کرنا ہے۔ ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کو غلہ کی در آمد کی ترغیب دی جائے ان کو مراعات دی جائیں۔ مقامی آبادی کو ان تاجروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دی جائے۔ ملکی کاشتکاروں کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ کوئی زمین بنجر نہ چھوڑیں بلکہ ممکن حد تک غلہ اگانے کی کوشش کریں۔ اہل صنعت و حرفت کو اپنی مصنوعات میں جدت پیدا کرنے اور انہیں معیاری بنانے پر اکسایا جائے۔ (تاکہ مارکیٹ میں ملکی مصنوعات کو فروغ حاصل ہو)۔ اس کے علاوہ لوگوں کو مختلف فنون سکھائے جائیں تاکہ وہ ان فنون کے ذریعے لوگوں میں اپنی برتری ثابت کر سکیں۔ حکومت فنی تعلیم میں مہارت

پیدا کرنے کے لئے ادارے کھولے اور لوگوں کو اس طرف راغب کرنے کی کوشش کرے۔

(4) ملک کو مفسدات سے بچانے کا ایک اور طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کے احوال معلوم کرنے کے لئے سروے کئے جائیں تا کہ صحیح اور غلط لوگوں کا اندازہ کیا جاسکے۔ تا کہ محتاجوں و بے کسوں کا پتہ بھی چل سکے اور ان کی ٹھیک طرح سے مدد بھی کی جاسکے۔ اس کے علاوہ صاحب استعداد لوگوں کے کوائف معلوم کرنے کے لئے بھی سروے کئے جائیں تا کہ ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے[20]۔

مملکت کے نظام کے ناکامی کے اسباب

درجہ بالا تمام امور یا تو ملک کو چلانے کے لئے تھے اور یا پھر ملک کو بچانے کے لئے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہؒ نے ملک کے دیوالیہ ہونے کے دو بڑے سبب بتائے ہیں۔

(1) **سرکاری خزانے پر اخراجات کا بے جا بوجھ**

کچھ لوگ بلاوجہ سرکاری خزانے پر بوجھ بن جاتے ہیں جس کی وجہ حکومت کو انتہائی اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے افواج سرکاری خزانے پر بوجھ بنتے ہیں اور ان کا بجٹ ملکی خزانے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے علاوہ علمائے دین سرکاری خزانے کو اپنا حق سمجھتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔ حاکم وقت پیروں فقیروں اور ثقافتی طائفوں کو نوازتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بھی ملکی خزانہ خالی ہو جاتا ہے اور مملکت کا نظام چلنے سے قاصر رہتا ہے اس کے علاوہ ایسے لوگ جو خود کچھ نہیں کرتے اور حکومت سے درخواستوں کے ذریعے وظیفہ وصول کرتے ہیں یہ لوگ بھی حکومت پر بوجھ بنتے ہیں۔

(2) **ٹیکسز کا قیام**

ملکی نظام کی تباہی کا دوسرا اہم سبب کاشت کاروں، تاجروں اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کے حامل افراد پر بھاری ٹیکس لگانا بھی ہے۔ بھاری اور بے جا ٹیکس لگانے سے عوام میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی خیر خواہی حکومت سے ختم ہو جاتی ہے اور وہ ٹیکس چور بن جاتے ہیں۔ جس کا لازمی

نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ لوگوں میں حکومتی احکامات کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ لوگ جنگ وجدل پر اتر آتے ہیں جس کی وجہ سے حکومت کے خلاف بغاوت کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس سلسلے میں سب سے اہم نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ عوام پر ہلکا ٹیکس اور کم سرکاری عملہ سے مملکت کا نظم ونسق برقرار رہ سکتا ہے[21]۔

معاونینِ حکومت اور ان کی اہلیت

یوں تو حکومتی معاونین وقت اور حالات کے مطابق کم وزیادہ ہو سکتے ہیں لیکن شاہ صاحبؒ نے اداروں کے لحاظ سے سرکاری معاونین کی تعداد پانچ بتائی ہے۔

(1) **قاضی (چیف جسٹس):** چیف جسٹس بننے کے لئے شاہ صاحبؒ نے چند خوبیوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ عاقل بالغ، مرد، منصب کا اہل، زمانے کے عرف اور عادات سے واقف شخص ہو۔ اس کے علاوہ نہ تو کسی کے دباؤ میں آتا ہو اور نہ ہی جذباتی شخص ہو۔

(2) **چیف آف آرمی اسٹاف:** اس عہدے کے حامل شخص کے لئے جن صفات کا ہونا ضروری ہے ان میں جنگی ساز وسامان سے واقفیت، اپنے افواج کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ رکھنا، فوجیوں کی صلاحیتوں کو پرکھنے والا اور ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق کام لینے والا ہونا چاہیے۔

(3) **منتظم بلدیہ:** ایسا شخص اپنے شہر میں سے ہی چنا گیا ہو جو لوگوں کے نفع ونقصان سے باخبر ہو اور قوم کے مفاد میں اٹھ کھڑے ہونے والا ہو۔

(4) **عامل (وزیر خزانہ):** جو لوگوں سے ٹیکس وصول کرنے اور مستحقین اور مناسب جگہ پر اس کو لگانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(5) **وکیل (پرائیویٹ سیکرٹری):** پرائیویٹ سیکرٹری کا کام یہ ہے کہ حاکم یا بادشاہ کے معاشی ضروریات کا خیال رکھے کیونکہ حاکم کو مملکت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی اس لئے یہ کام اس کا سیکرٹری سرانجام دے گا[22]۔

شاہ ولی اللہؒ نے ارتفاق سوم میں یہ اصول ایک ہی شہر میں بسنے والے لوگوں کے لئے بیان کئے ہیں لیکن جب مختلف شہروں کے اجتماع سے ایک ملک بن جاتا ہے۔ اب اس ملک کے لئے ایک مستقل حاکم کی ضرورت ہوتی ہے جو ان تمام شہروں کے نظام کو ٹھیک طریقہ سے چلائے ان کو آپس میں جوڑے رکھے۔

جب ملکی حدود دوردراز تک پھیل جاتی ہیں اور انسانی آبادی بڑھ جاتی ہے تو سارا ملک مختلف صوبوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گورنر کو صوبے کا نگران مقرر کیا جاتا ہے۔ ہر صوبے کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مالیات اور حفاظت کے لئے فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اپنے طور پر اس کا بندوبست واہتمام بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ افراد کی فطری طبیعتوں میں اختلاف ہوتا ہے اس لئے ان کے درمیان اختلاف واقع ہونا ایک فطری امر ہے۔ جس کی وجہ سے ہر کوئی جذبات کی شدت میں صحیح اور غلط کی پہچان نہیں کرپاتا اور اکثر غلط راستوں پر لگ جاتا ہے۔ چنانچہ آپس کی کشیدگی اور باہمی جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے ایک مرکزی حاکم کی ضرورت ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس کو خلافت کبریٰ کا نام دیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے دوقسم کی مصلحتوں کے لئے خلافت کے قیام کو ضروری قرار دیا ہے:

أ- دشمنوں کے خلاف مدافعت کرنا، ظالم کو ظلم سے منع کرنا اور مظلوم کی مدد کرنا، اور عدالتی نظام کے ذریعے لوگوں کے جھگڑوں کا تصفیہ کرنا۔

ب- دین اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کرنا۔ اس کی دو صورتیں شاہ صاحبؒ نے بتلائی ہے ایک یہ کہ لوگوں کو حرام کاموں سے منع کرنا، دوم یہ کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے ان سے جزیہ وصول کرنا(23)۔

خلیفہ یا حکمران کی ذمہ داریاں

شاہ صاحبؒ نے پانچ کاموں کو خلیفہ کی ذمہ داری اور خلافت کا بنیادی مقصد بتایا ہے:

(۱) علوم دینیہ کی تعلیم (۲) ارکان اسلام کو قائم کرنا (۳) جہاد اور متعلقات جہاد کا قیام (۴) حدود کا قیام (۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (24)۔

علوم دینیہ کی تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ قرآن اور حدیث کی تعلیم خود دے۔ اسلام کے ابتدائی ادوار میں وعظ و نصیحت کرنا بھی خلافت کے امور میں شامل تھا جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لا یقص الا امیر او مامور اومختال [25]

"وعظ یا تو امیر بیان کرے یا اس کا مقرر کردہ کوئی شخص۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص وعظ کہے گا تو وہ ریاکار ہے۔"

البدور البازغہ کے اٹھارویں فصل میں امام کے سات معاونین بتائے گئے ہیں جن میں سے ایک دینی علوم کا ماہر بھی ہے اس کو شاہ ولی اللہؒ نے شیخ الاسلام کا نام دیا ہے۔ شیخ الاسلام کی ذمہ داری کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ نے بدور بازغہ میں لکھا ہے:

"شیخ الاسلام کے فرائض منصبی میں سے یہ ہو گا کہ وہ اقامت دین اور اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کے اہم شعبوں کا انتظام کرے۔ اس کے ساتھ رفقائے کار اور معاونین بھی ہونے چاہئیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقدس فرض کی تکمیل میں اس کا ہاتھ بٹھا سکیں [26]۔"

شاہ ولی اللہؒ کے ہاں خلیفہ کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ارکان اسلام کو قائم کرے۔ ارکان اسلام جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کا قیام۔ یہ تمام کام آپ ﷺ سے بالفعل بذات خود ثابت ہیں کہ انہوں نے ان تمام امور کا اہتمام فرمایا۔ آپ ﷺ خود نماز کی امامت فرماتے۔ زکواۃ کو اکٹھا کرنے کے لئے عاملین مقرر فرماتے۔ اور اکٹھا ہونے کے بعد مستحقین میں بھی خود ہی تقسیم فرماتے۔ رمضان کے مہینے میں خود ہی شہادت لیتے اور گواہوں کی بنیاد پر روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا حکم کرتے۔ اسی طرح یا تو خود حج کے لئے ساتھ تشریف لے گئے یا اگر خود نہ جا سکے تو اپنی جگہ حضرت ابو بکرؓ کو جانشین مقرر کر کے بھیجا [27]۔

خلیفہ کی تیسری ذمہ داری جہاد اور جہاد کے ساتھ لازمی امور کا قیام ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خود بھی جہاد میں حصہ لیا اور اپنی طرف سے جیوش کو بھی بھیجا۔ اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شعبہ خلافت کا اہم حصہ ہے۔ جب کہ حدود کا قیام خلیفہ کے اہم ترین فرائض میں سے ہے [28]۔

حجۃ اللہ البالغۃ میں شاہ ولی اللہؒ نے خلیفہ کے چار فرائض بیان کئے ہیں۔ جن میں سب سے پہلا فرض لوگوں سے مظالم کو رفع کرنا ہے کیونکہ خلیفہ انبیائے علیہ السلام کا نائب ہوتا ہے اور انبیاء کرام کی بعثت میں سب سے بڑا مقصد لوگوں سے ظلم کو دفع کرنا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ:

إعلم من أعظم المقاصد ألتى قصدت ببعثة الانبياء عليهم السلام دفع المظالم من بين الناس (29)

"انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد ظلم و زیادتی کا ازالہ ہے۔"

اس وجہ سے خلیفہ کی خلافت کا بھی سب سے بڑا مقصد لوگوں سے ظلم کو دفع کرنا اور مظلوموں کی دادرسی کرنا ہوتا ہے کیونکہ ناانصافی اور ظلم زندگی کے نظام کو درہم برہم کر دیتا ہے اور لوگوں کو تنگیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خلیفہ کی چوتھی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے جان و مال اور انساب کی حفاظت کرے۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حدود بتلائے ہیں اور خلیفہ کو ان حدود کے نفاذ پر مامور کیا ہے۔ خلیفہ اسے ہی کہا جا سکتا ہے جو حدود اللہ کی حفاظت کرے اور جو شخص قتل، زنا، چوری کرے، شراب نوشی کرے یا کسی پاک دامن مرد و زن پر تہمت لگائے تو اب خلیفہ وقت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے جرائم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ سزاؤں کو نافذ کرے۔

حدود کے نفاذ کے سلسلے میں شاہ ولی اللہؒ نے چند عقلی دلائل بیان کئے ہیں جن کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوگا مثلاً حد زنا اس لئے نافذ ہونا چاہیے کہ یہ عام طور پر باہمی رضامندی سے تنہائی میں انجام دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا اور ان کو روک ٹوک کا موقع نہیں ملتا۔ اس وجہ سے جب تک ان کے لئے سخت سزا مقرر نہ کی جائے وہ لوگ اپنے اس قبیح فعل سے باز نہیں آئیں گے۔

دوسرا جرم چوری کا ہے۔ یہ عموماً اس وجہ سے رواج پاتا ہے کہ کوئی آدمی ڈھنگ کا پیشہ اپناتا نہیں جس کی وجہ سے وہ آسانی سے مال حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چوری کرنے والا شخص چونکہ چوری سے کسی کا مال اٹھاتا ہے اس وجہ سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتا ہے اور ان کو روکنے کا موقع نہیں ملتا اس وجہ سے اس کے لئے بھی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔

تیسرا جرم راہزنی کا ہے۔ عام طور پر راہزن ایسی جگہ ہوتے ہیں جہاں پولیس عوام کی مدد تک نہیں پہنچ سکتی اور راہزنوں کو واردات کرنے کی کھلی چھوٹ مل جاتی ہے اور صاحب مال اپنی ذات اور مال کی حفاظت کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اس وجہ سے راہزنوں کی سزا چوروں سے بھی بڑھ کر ہے۔

چوتھا جرم شراب نوشی ہے۔ شراب نوشی کی وجہ سے لوگوں کی عقلیں کام چھوڑ دیتی ہیں جب کہ عقل ہی کی بنیاد پر دنیا اور آخرت کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ اس وجہ سے یہ بھی سخت سزا کے لائق جرم ہے تاکہ لوگوں کے اذہان محفوظ رہیں۔

پانچواں جرم کسی پر زنا کی تہمت لگانا ہے۔ جس شخص پر تہمت لگائی جائے اس کو سخت ذہنی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اپنے سے عار دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا، کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو لازماً بات قتل و قتال تک پہنچ جائے گی جس کی وجہ سے مزید پریشانیاں پیدا ہو جائے گی لہٰذا خلیفہ وقت ایسے لوگوں کے خلاف اقدام کرکے ان پر حدود کا اجراء کرے[30]۔

تیسری ذمہ داری نظام عدل کا قیام

انبیائے کرام علیہم السلام کے نائب کے طور پر خلیفہ کی انتہائی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ملک میں نظام عدل کو قائم کرے۔ نظام عدل انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دین کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی عمل اور ارشادات کے ذریعہ پوری راہ نمائی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ بذات خود قاضی تھے۔ لوگوں کے درمیان باہمی نزاعی معاملات آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوتے۔ آپ ﷺ ان کا فیصلہ فرماتے۔ اس طرح آپ ﷺ نے بطور نائب بھی قاضی مقرر کئے۔ اسلامی حکومت میں یہ سلسلہ خلفائے راشدین کے دور میں بھی چلتا رہا تاکہ حقداروں کو ان کا حق ملتا رہے اور مظلوموں کی دادرسی ہو۔

شاہ ولی اللہ البدور البازغہ میں لکھتے ہیں:

"قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس بھی امام کے معاونین میں شامل ہے۔ اس کی ڈیوٹی یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کے علاوہ قاضی کو اس بات کا بھی اختیار ہوگا کہ

لوگوں کو اس بات کا پابند بنالے کہ وہ اپنے معاملات عام مجالس میں لوگوں کے سامنے منعقد کریں جن میں گواہان، ان کی تصدیق کے لئے معتمد لوگ اور لکھنے کے لئے کاتب یا عرائض نویس بھی موجود ہوں[31]۔
"

قاضی کی ڈیوٹی یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے اس لئے لازماً اس میں کسی ایک فریق پر ظلم کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے قاضیوں کو تاکید فرمائی کہ وہ قضاء کی ذمہ داری عدل وانصاف اور خداترسی کے جذبے سے انجام دے۔ اور جو کوئی جانبداری کا مظاہرہ کرے ان کے لئے سخت وعیدیں بھی بتلائی ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے آپ ﷺ کے ایسے احکامات بیان کئے ہیں جو قضاء سے متعلق ہیں جن میں سب پہلے یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو لوگوں کے درمیان فیصل نہ بنایا جائے جو خود فیصلہ کرنے پر حریص ہو اور اس عہدے کا طالب ہو، جس کی وجہ سے اس کے اخلاص میں شک واقع ہو۔ یا وہ اپنے کسی دشمن سے انتقام لینے کے طور پر قاضی کا عہدہ لینے کا طلب گار ہو۔ قاضی کو عادل اور حق کا عالم ہونا چاہیے خصوصاً مسائل قضاء پر ان کو انتہائی عبور ہونا چاہیے۔ قاضی کو دین دار خداترس ہونا چاہیے۔ قاضی کے لئے مناسب ہے کہ وہ غصہ میں فیصلہ نہ کرے کیونکہ غصہ میں صحیح فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور کسی ایک فریق پر ظلم کا احتمال رہتا ہے۔ لیکن اگر انتہائی احتیاط کے باوجود بھی کسی قاضی سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر بھی اس کے لئے خدا کے ہاں اجر ہے اور اگر اس نے صحیح فیصلہ کیا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہوگا[32]۔

فیصلوں کے اصول

شاہ ولی اللہؒ نے قاضیوں کے لئے دو بنیادی اصولوں کا ذکر کیا ہے جو فیصلہ کے لئے ضروری ہیں۔ قاضی کو فیصلہ کرنے کے لئے یہ دو اصول مدنظر رکھنے چاہئیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ مقدمہ کی حقیقت حال کو جاننے کی کوشش کرے۔ اس کا بہترین ذریعہ یا تو مدعی کی طرف سے گواہان ہیں اور یا مخالف فریق پر قسم۔ کیونکہ صورت حال کا صحیح اندازہ اس شخص کو ہوسکتا ہے جو واقعہ میں حاضر ہو۔ مدعی پر گواہان کو پیش کرنا اس لئے لازم قرار دیا ہے کہ وہ واقعہ کے خلاف بات کا دعویٰ کر رہا ہے کیونکہ بظاہر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں چیز کو اپنے لئے ثابت کر رہا ہے۔ اس لئے اس کو گواہان پیش کرنا لازم ہوگا اگر وہ گواہ پیش کرلے تو فیصلہ اس کے حق میں کر دیا

جائے گا یا پھر جس شخص پر دعویٰ کیا گیا ہے اس کو کہا جائے گا کہ اپنی اس چیز پر قسم اٹھائے اگر وہ قسم اٹھائے تو وہ چیز اس کی ہو جائے گی اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کرے تو گویا وہ اس چیز کو اپنانے سے انکار کر رہا ہے۔ اس وجہ سے یہ اس شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ لیکن شریعت کی رو سے جس شخص پر دعویٰ کیا جا رہا ہے اس کو گواہان پیش کرنے کا پابند نہیں کیا گیا کیونکہ جو چیز اس کے قبضے میں ہے یہی ثبوت ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ مذکورہ چیز اس شخص کی ملکیت ہے۔

قاضی کے لئے فیصلے کرنے کا دوسرا مقام معاملہ کی نوعیت کو جاننا ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔ قاضی کو اس بات میں زیرک ہونا چاہیے کہ وہ جس معاملے میں فیصلہ دے رہا ہے وہ کوئی مباح کام ہے یا کوئی معاملہ پہلے طے کیا جا چکا ہے اس پر فیصلہ دے رہا ہے۔ اس سلسلے میں عرف وعادات کو بھی دیکھنا چاہیے اور زمانے کے حالات کے مطابق بھی فیصلے دئے جاسکتے ہیں(33)۔

اس کے علاوہ قاضی اگر مناسب سمجھے تو خفیہ طور پر فریقین کو اطلاع کئے بغیر معاملے کی تفتیش عام لوگوں سے کر سکتے ہیں۔ اگر قاضی کی حاصل کردہ رپورٹ اور گواہوں کے بیانات میں تضاد ہو پھر قاضی گواہوں کے متعلق تفتیش کر سکتے ہیں ورنہ عام حالات میں گواہوں کے متعلق زیادہ چھان بین کی ضرورت نہیں(34)۔

یہ چند عام اصولی باتیں قاضی کے متعلق شاہ ولی اللہؒ نے بیان کی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی شاہ صاحبؒ نے قضاء کے بہت سے فقہی قواعد اور آداب بیان کئے ہیں جن کا موضوع سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

خلیفہ کی چوتھی ذمہ داری جہاد

شاہ ولی اللہؒ نے خلیفہ کی چوتھی ذمہ داری جہاد کی بتلائی ہے اور حقیقت میں یہ بہت بڑی ذمہ داری بھی بتلائی ہے۔ شاہ صاحبؒ کے ہاں سب سے کامل شریعت وہ ہے جس میں جہاد جیسے اہم فرض کے احیاء کا حکم دیا گیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

إعلم أن أتم الشرائع وأكمل النواميس هو الشرع الذى يؤمر فى الجهاد(35)

"جان لیں کہ تمام شریعتوں اور قوانین میں کامل تر شریعت وہی ہے جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔"

اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام شریعتیں کامل تھیں اس لئے سب میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ قرآن میں جابجاء انبیائے کرام کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ ہر موقع پر نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی ذکر کرتے ہیں۔ جہاد کے باب میں بھی جہاد کی فرضیت کے بارے میں آپ نے تین قسم کی مصلحتیں ذکر کی ہیں:

اَ- جہاد کی وجہ سے لوگوں کا ایمان لانا

اللہ تعالیٰ بندوں کو جو احکامات بھیجتے ہیں اور ان کی تعمیل کا مکلف بناتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی آقا کا کوئی غلام بیمار ہو جائے تو وہ آقا اپنے کسی آدمی کو کہے کہ اس غلام کو دوائی پلاؤ۔ اب اگر وہ شخص اس غلام کو بزور دوا پلائے تب بھی وہ آدمی حق بجانب ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ نے دوا کے فوائد بتلائے اور ان کو طرح طرح کی نعمتوں سے باخبر کیا لیکن وہ لوگ نفسانی خواہشات اور مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے ان نعمتوں کو ٹھکراتے ہیں اس لئے ان کے لئے مناسب ہے کہ ان کو بزور اسلام کی طرف لایا جائے اور دوا کا کڑوا گھونٹ بزور ان کو پلایا جائے۔ اس کے علاوہ قوموں کے سرداروں کو جہاد کے ذریعے ہی مطیع بنایا جاسکتا ہے۔ اور چونکہ عام رعایا سرداروں اور بادشاہوں کے تابع ہوتی ہے اس لئے اس کا اسلام میں آنا آسان ہو جائے گا۔ شاہ صاحبؒ نے اس پر آپ ﷺ کی سیرت کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے قیصر روم کے نام اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو اس میں یہ بات بھی لکھی کہ اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو کاشتکاروں (رعیت) کا گناہ تیرے سر ہو گا۔ کیونکہ جب تک سردار اسلام قبول نہ کرے عام لوگوں کو کم ہی اسلام قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث کو نقل کر کے شاہ صاحبؒ نے جہاد کی اس مصلحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو زنجیروں میں جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ یعنی جو کفار جہاد میں گرفتار ہو کر اسلامی معاشرے میں آتے ہیں اور اسلام کی خوبیوں سے آشنا ہو جاتے ہیں وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے جنت کے مستحق بن جاتے ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کی وجہ سے لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور لوگوں کی اخروی زندگی سنور جاتی ہے[36]۔

ب- جہاد کی دوسری مصلحت

شاہ ولی اللہؒ کے ہاں جہاد کی دوسری مصلحت یہ ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کی دنیاوی زندگی بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ ظالم ظلم کرنے سے رک جاتے ہیں۔ کبھی کبھی بڑی خیر کے لئے چھوٹا شر برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کو ظالموں سے نجات دلانے کے لئے جہاد کرنا پڑتا ہے[37]۔

ت- جہاد کی تیسری مصلحت

شاہ ولی اللہؒ نے جہاد کی تیسری مصلحت یہ بیان کی ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں جیسا کہ قریش عرب کی مثال ہے، کہ وہ لوگ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر آپ ﷺ کے ذریعے جہاد مسلط کیا اور وہ لوگ اور ان کا دین سب ختم ہو گئے اور ایک نئے دین نے جنم لیا[38]۔

شاہ ولی اللہؒ کے ہاں جہاد کی بنیاد

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"دو وجہوں سے خلیفہ کو جنگ چھیڑنی چاہیے۔ ایک یہ کہ لوگوں کا دفاع کیا جائے۔ اگر لوگ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگیں اور بدراہ لوگ رعایا کو لوٹنے لگیں اور ان کی عزتیں محفوظ نہ ہوں تو اس وقت جہاد لازم ہو جاتا ہے گویا یہ دفاعی جہاد کہلائے گا۔

دوسرا اقدامی جہاد کہلاتا ہے۔ جب لوگ خواہشات کی زندگی بسر کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے دین سے روکیں یا کفار کو دین اسلام قبول کرنے سے روکیں، اس وقت بھی خلیفہ پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اس وقت اگرچہ لوگوں کی عزتیں اور مال تو محفوظ ہیں لیکن ان کا دین محفوظ نہیں اس وجہ سے ان پر جہاد فرض ہوا[39]۔"

شرعی اور غیر شرعی جہاد

شاہ ولی اللہؒ شرعی اور غیر شرعی جہاد کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ شرعی جہاد اسے کہا جائے گا جو کسی قبیلے، شہر یا مملکت کے نظام کو ٹھیک کرنے کے لئے کیا جائے[40]۔"

اس کے علاوہ جو بھی جہاد ہو وہ شرعی جہاد نہ ہو گا بلکہ اپنے نفسی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہو گا۔

شاہ ولی اللہؒ نے جہاد کے لئے پچھلے لوگوں کی طرح خط وکتاب کو اپنا ذریعہ بنایا اور مختلف مواقع پر بادشاہوں علماء اور مجاہدین کو خطوط بھیجے۔ جس میں اگرچہ جابجا نصائح بھی موجود ہیں لیکن تقریباً تمام خطوط کا بنیادی محور جہاد ہی رہا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کی ایسی مکتوبات باقاعدہ طور پر چھپ کر آچکی ہیں جو کہ "بیالیس "(۴۲) ہیں اور تمام فارسی میں ہیں۔ خلیق احمد نظامی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے چھاپا ہے۔ ان خطوط میں شاہ ولی اللہؒ نے سیاست اور حکومت کے انتہائی اہم امور سمجھائے ہیں۔ مذکورہ مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ ولی اللہ ایک مضبوط وفاق کے تحت صوبوں کی خودمختاری کے حق میں تھے اور چاہتے تھے کہ وفاق کے محاصل کافی ہونے چاہئیں تاکہ وہ مالیات میں صوبوں کا محتاج نہ رہے (41)۔

حرف آخرین یہ کہ شاہ ولی اللہؒ نے دراصل اس وقت دو قومی نظریے کی بنیاد رکھی تھی جس کے لئے جدوجہد ہوتے ہوتے بالآخر پاکستان بن گیا اور ہندوستان کی تقسیم ممکن ہوئی۔ اس وقت شاہ ولی اللہؒ نے ہندوستان کے لوگوں کے لئے ذمی کا لفظ استعمال کیا تھا اور ان کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم تصور کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے، جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں ہر گز تعارض نہ کرے (42)۔"

مذکورہ جملہ پر مولانا مناظر احسن گیلانی کے تبصرہ کو خلیق احمد نظامی نے یوں نقل کیا ہے۔ (مولانا مناظر احسن گیلانی) لکھتے ہیں:

"معاہدہ کے بعد دینی خصوصیات سے قطع نظر کر کے "قومیت" کا مفہوم اسلام نے جو قائم کیا ہے اور عصر حاضر میں "سکولر" طرز کی حکومت جس کا نام رکھا گیا ہے سب کچھ شاہ صاحبؒ کے ان الفاظ میں درج ہو گیا ہے۔۔۔ سکولر نظریہ کے سوا اسلامی حکومت کی کوئی بنیاد نہیں ہے اس لئے ہر اس شخص کو جو باضابطہ اسلامی حکومت کی حفاظت میں آگیا، خواہ وہ کچھ ہی مذہب رکھتا ہو، شاہ صاحبؒ نے دلی کے مسلمانوں کے ساتھ دلی کے غیر مسلم باشندوں کی حفاظت کی شدید تاکید اسی لئے کی ہے کہ اس کے سوا اسلامی سیاست میں کسی دوسرے تصور کی گنجائش ہی نہیں ہے۔"

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نے ایک اسلامی ریاست کا جو تصور پیش کیا وہ مغربی سیکولر نظریہ ریاست سے کہیں برتر ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کا بھی تاکید کرتے ہیں کیونکہ غیر مسلم اہل ذمہ کے ساتھ شہریت اور بنیادی حقوق کے معاملہ میں برابری کا سلوک کرنا عین اسلامی تعلیمات میں سے ہے[(43)]۔

خلاصہ بحث

شاہ ولی اللہؒ نے سیاسی میدان میں اہم تصنیفات چھوڑی ہیں اور اس کی نظر ہمیشہ ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام پر تھی جس میں خلافت راشدہ کا نمونہ نظر آئے۔ شاہ صاحب نے اس دور میں ایک ایسی حکومت کا تصور پیش کیا تھا جس میں سربراہ کو منتخب کرنے کا اختیار اراکین پارلیمنٹ اور فوج کے مشورے سے ہو۔ شاہ صاحب نے حکومت کو چلانے کے لئے عدلیہ، پولیس، دفاعی نظام اور بلدیاتی محکمے کو ناگزیر قرار دیا ہے۔

بادشاہت کے اس دور میں شاہ صاحب نے حکومت چلانے کے لئے جو اصول و قواعد بتلائے ہیں اس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ آج کل کے زمانے میں جی رہا ہو اور جو باتیں اس نے اس وقت کہی تھی، بالکل آج کے زمانے کے مطابق معلوم ہو رہی ہے۔ شاہ صاحب نے اس وقت سود، جوا اور رشوت جیسے قبیح افعال کے خلاف قلم اٹھایا تھا۔ اسی طرح لوگوں کے معاش کی فکر کرتے ہوئے شاہ صاحب نے لوگوں کو اس وقت تکنیکی مہارت حاصل کرنے پر زور دیا تھا تاکہ حکومتی امور کو چلانے کے لئے بہترین شہری ثابت ہوں۔

شاہ صاحب نے اس وقت حکومت کو متنبہ کیا تھا کہ ملکی معیشت کی ترقی کا راز یہی ہے کہ بیرونی سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے۔ اسی طرح رعایا کا صحیح حساب و کتاب رکھنے کے لئے اس وقت انہوں نے مردم شماری کی رائے پیش کی تھی اور لوگوں کے احوال جمع کرنے کی ترغیب دی تھی تاکہ حکومت کو منصوبہ بندی کرنے میں مشکل پیش نہ آئے۔ اس طرح غریب اور مخیر حضرات کے کوائف حکومت کے پاس محفوظ ہوں گے اور بروقت ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے گا۔

حواشی و حوالہ جات

1 محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، تاج العروس ۱: ۱۵۹، مکتبہ دار الہدایہ (س۔ن)
2 محمود عبد الرحمن عبد المنعم، معجم المصطلحات والألفاظ الفقہیۃ ۲: ۳۰۷، دار الفضیلۃ مصر (س۔ن)
3 ابن نجیم المصری، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۵: ۷۶، مکتبہ دار الکتاب الإسلامی، ۱۱۳۸ھ
4 اصفہانی، امام راغب، الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ ۸: ۱۸، بیروت، دار صادر ۱۳۹۸ھ
5 معجم المصطلحات والألفاظ الفقہیۃ ۲: ۳۰۷
6 دہلوی شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۷۷، حمایت اسلام پریس لاہور (س۔ن)
7 البدور البازغۃ، اردو ترجمہ، ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن: ۱۶۱، ادارہ مطبوعات لاہور (س۔ن)
8 حجۃ اللہ البالغۃ: ۷۷- ۷۹
9 نفس مصدر
10 البدور البازغۃ: ۱۶۲
11 نفس مصدر
12 حجۃ اللہ البالغۃ: ۷۷
13 نفس مصدر ۸۰- ۸۱
14 حجۃ اللہ البالغۃ: ۷۹
15 البدور البازغۃ: ۱۶۲- ۱۶۳
16 حجۃ اللہ البالغۃ: ۷۸
17 نفس مصدر: ۸۳
18 البدور البازغۃ: ۱۹۶- ۱۹۹
19 پالن پوری مولانا سعید احمد، رحمۃ اللہ الواسعۃ، شرح اردو حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۴۶۶، زمزم پبلشر کراچی (س۔ن)
20 نفس مصدر ۱: ۴۶۹- ۴۷۰
21 رحمۃ اللہ الواسعۃ، شرح اردو حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۴۷۰
22 نفس مصدر ۴۶۹:۱
23 رحمۃ اللہ الواسعۃ، شرح اردو حجۃ اللہ البالغۃ ۵: ۲۱۳
24 ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (اردو ترجمہ): ۲۸، مکتبہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی (س۔ن)
25 نفس مصدر: ۲۹

26 بدور بازغہ: ۲۰۲
27 ازالۃ الخفاء: ۲۹
28 نفس مصدر
29 رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵: ۲۳۶
30 نفس مصدر ۵: ۲۸۶- ۲۸۷
31 بدور بازغہ: ۲۰۲
32 رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵: ۳۴۸- ۳۴۹
33 نفس مصدر ۵: ۳۶۵- ۳۶۶
34 بدور بازغہ: ۱۱۷۸
35 رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵: ۳۷۶
36 نفس مصدر ۵: ۳۷۴- ۳۷۵
37 رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵: ۳۷۵
38 نفس مصدر
39 رحمۃ اللہ الواسعۃ ا: ۴۹۰
40 نفس مصدر ۵: ۳۹۲
41 دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، خلیق احمد نظامی، مکتوب اول: ۸۰، ادارہ اسلامیات، لاہور
42 نفس مصدر، مکتوب ششم، ترجمہ اردو: ۱۰۳
43 نفس مصدر: ۸